

تحفظ شریعت کے لئے مسلمانوں کا اتحاد اُن کی بیداری کا

مسٹر ساد پیل پیر

سب سے بڑا خطرہ مسلمانوں کی یہی صبری اور یہ اغماہی

مولانا بیکر ابو حسن علی ندوی

(صدر آنندھیا مسلم پرنیل لا بو روڈ)

کا ایک اہم انتروڈیو
شائع کرنا

یو پی ایکسٹر مکتبی مسلم پرنیل لا بو روڈ
دارالعلوم ندوۃ العلماء یوسف بکریہ لکھنؤ

(نقل و اشاعت کی عام اجازت)

بازار اول

شمسیہ ۱۹۸۵ء

نظامی پرسکھتوں	طبعات
صفحات	تقریبی
دُور و پی	قیمت

باہتمام
محمد عیاث الدین ندوی
انچارج مجلس تحقیقات و نشریات اسلام

طابع ذاشر
یوپی ایکشن کمپنی مسلم پرنسپل لائبریری
دارالعلوم ندوۃ العلماء یوپسٹ بکسیہ لکھتوں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

[تحفظ شریعت کا مسئلہ اس وقت ہندوستانی مسلمانوں کا اہم ترین مسئلہ ہے، یاسی و معاشری پس مندگی، سرکاری ملازمتوں سے محرومی، فرقہ وارانہ فسادات، تعلیم میں شرکانہ عقائد کے بعد اپنکا حوصلہ اور طلاق جیسے خالص خانگی امور میں بھی اسلامی شریعت پر عمل کو ختم کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں، مسلم پرنسپل لاپرہ طرف سے ہوتے والے جارحانہ حملوں نے مسلمانوں کے احساسات و جذبات کو محرج کر رکھا ہے، حکومت کے نہیں و مشکوک رویہ اور پریم کورٹ کے حالیہ فحیلہ نے اس ملک میں اسلام کے متقلل کو مخدوش بنادیا ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ کچھ مسلمان بھی شعوری یا عین شعوری طور پر حالات کو مزید خراب کرتے پڑنے لظر آئے ہیں، اور کچھ لوگ مسلسل نیڑازی کا رویہ اپنائے ہوئے ہیں، ان حالات

ذہن کو اس طرف متوجہ کیا کہ حالات کی نزاکت، مسئلہ کی اہمیت اور وقت کی اہم ترین صریحہت کے بارہ میں تحفظ اسلامیت ہم کے سربراہ کے افکار و خیالات سے یہاں راست روشنی حاصل کی جائے، اسی خیال سے ادارہ صفت اسلامیہ کی جانب سے جتنا یہ نذر الحفیظ صاحب ندوی کچھ سوالات لے کر مولانا یسید ابو الحسن علی ندوی صدر آں انڈیا مسلم پرشل لاپورٹ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت مولانا پریشان کوں حالات سے دوچار تھے قیام گاہ سیلا سے گھری ہوئی غصہ، کشتنی کے علاوہ یا ہر سے کوئی رابطہ نہیں تھا، چاروں طرف سے امنڈتی پانی کی لہریں گھمر کی دلیز سے مکراہی تھیں، ان سخت حالات کے باوجود مولانا نے ملت اسلامیہ کے لئے خطرات کی امنڈتی لہروں اور مسلمانوں کے دلوں کے زخمیوں کی طرف توجہ دینا ضروری سمجھا اور سوالات کے جوابات تفصیل سے دیئے، جھیں انھیں کے الفاظ میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ [بر عظیم ندوی]

۱۴ اکتوبر ۱۹۸۵ء
۱۲۰۶ھ

پیش لفظ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفوا
 اما بعد اشرعيت او مسلم پيشل لا کے تحفظ کا معاملہ ہندستان کی
 ملت اسلامیہ کے لئے اولین بنیادی اور اہم ترین مشکل کی اہمیت
 رکھتا ہے جس کے باوجود یہ کو روٹ کے حالیہ فصلیٰ اور ہندی انگریزی پری
 کی طرف سے اس تکی تائید اور بعض تجدید پسند مسلمانوں کی بیجا
 حمایت و کالت نے بہت سے خطرات و خدشات پیدا کر دیئے
 ہیں اور اشرعيت اسلامیہ اور مسلم پيشل لا پر چار چانہ حاولے مسلمانوں
 کے احساس و جذبات کو مجروح اور انھیں شرم و غصہ میں پنلا کر دیا ہے
 جس کا اظہار ملک گیر پیانے پر مسلم پيشل لا بورڈ کی نہم اور اجتماعی
 اور اختجاج و منطابر سے سے ہوتا ہے، اور جن میں روز بروز اضافہ
 ہی ہوتا چاہ رہا ہے۔
 مشکل کی اہمیت و نزاکت اور وقت کی اسلامیہ ترین ضرورت

کے پیش نظر ندوۃ العلماء کے ایک ممتاز فاضل اور منبغہ ہوئے
 صحافی مولانا نذر الحفیظ حسان ندوی نے ممتاز عالم دین و اسلامی مفکر اور
 مسلم پرنسپل لا بیورڈ کے صدر حضرت مولانا ابوالحسن علی حسان ندوی مظلہ
 سے پر تفصیلی انٹرویو یا اور حضرت مولانا نے ذاتی پریشا بیوں اور
 بیلاپ کی تباہ کاریوں میں گھر سے ہونے کے باوجود اپنے روایتی اشارے
 سے کام لیتے ہوئے اس اہم ملی مسئلے کی اہمیت و ضرورت پر تفصیل
 سے روشنی ڈالی ہے مسلم پرنسپل لا بیورڈ کی گذشتہ خدمات اور آئندہ
 اقدامات کے بارے میں بتایا اور اپنی صاف گوئی اور دو راندہ شی
 و فراست سے کام لیتے ہوئے ہندستانی مسلمانوں کی بعض کمزوریوں
 کی طرف بھی متوجہ کیا، اس طرح یا انٹرویو مسلم پرنسپل لا کے تعاقب
 کے ساتھ اس کی پریزور، مؤثر اور حقول و مدلل و کائنات کا کام بھی
 بخوبی انجام دے گا اور اس غلطیم مقصود کو درد و تقویت دے گا۔
 الشرقاۓ اسے ہر طرح مبارک فرمائے اور ملت اسلامیہ
 ہندیہ کو اس سے نفع پہنچائے۔

شمس تبریز خاں
 رئیس مجلس تحقیقات و نشریات اسلام
 تکمیل

۱۴۰۶ھ صفر ۲۶
 ۱۹۸۵ء اکتوبر ۱۰

سوال: آپ نے اپنے یا سی خجالات، علمی و دینی مشاغل کی سرگزشت اور ہندوستانی مسلمانوں سے متعلق بعض ایسے اہم انظروں پر دیئے ہیں جو اس ملک یہی ملی اور دعویٰ بحد و چہد کی تاریخ میں ایک اہم دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں، اور ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ پر قلم اٹھانے والا کوئی مؤرخ ان کو نظر انداز نہیں کر سکتا، مثال کے طور پر فروری ۱۹۴۷ء میں «نواب ملت» کے لئے آپ نے آں انڈیا مسلم مجلس مشاورت، اس کے بعد تحریک «پیام انسانیت» کے متعلق تفصیلی انظروں دیئے ہیں سے بہت سے خلاف آشکارا ہوئے اب ہم پھر آنحضرت کو ایک ایسے مسئلہ پر عین وضاحت کی زحمت دینا چاہتے ہیں جس نے کچھ عرصہ سے ہندوستانی مسلمانوں کے دل و دماغ کو تھبھن چھوڑ کر رکھ دیا ہے ہماری مراد مسلم پریشان لا سے ہے لیکن مسلم پریشان لا سے متعلق بعض اہم مسائل پر کفتگو سے قبل ہم اس بورڈ کی صدارت کے بارے میں سوال کرنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ آپ نے مسلم پریشان لا بورڈ کی صدارت اپنے مخصوص مزاج اور غیر معمولی علمی و دعویٰ مصروفیات، نیز سابقہ روایات کے خلاف کیوں قبول کی، جب کہ اس سے بیچے (جہاں تک ہمیں یاد ہے) مسلم مجلس مشاورت کی صدارت آپ نے ڈاکٹر سید محمد صاحب حسیں محترم شخصیت کے اصرار پر چھی قبول نہیں فرمائی، آخر اس کے اسباب کیا ہیں؟

جواب: آپ نے ایک اچھی تہمید کے بعد حسین نے مجھے واقعیت کی لعیض بھیوں ہوئی کر دیاں یاد دلادیں اور ایک مناسب انداز کے ساتھ مجھ سے آں انڈیا مسلم ریشنل لاپورٹ کی صدارت قبول کرتے کے باسے میں سوال کیا ہے، واقعہ ہے کہ میری افتاد طبع، خاندانی روایات اور مشاغل کی نوعیت سے ہو لوگ واقعہ ہیں، ان کو اس باسے میں ضرور ایک تضاد سامحسوس ہوتا ہے۔

جن لوگوں کو میرے مرضائیں و رسائل اور کم سے کم سرگزشت جیات "کاروانِ زندگی" پڑھنے کا موقع ملا ہے، وہ جانتے ہیں کہ یہ نہ ہندوستان میں مسلمانوں کے اجتماعی اور نظری میں کاموں میں سے دو کاموں کی سب سے زیادہ اہمیت محسوس کی ہے، اور یہ ملتِ اسلامیہ کی روح، مزاج، اس کے مقاصد و پیغام سے کسی حد تک واقفیت اور ہندوستانی مسلمانوں کی تابیخ کے گھر سے مطالعہ کا نتیجہ ہے۔

(۱) ایک ہندوستانی مسلمانوں کی آئندہ نسل کے ایمان و عقیدہ کی حفاظت اور ان کے معنوی اور روحانی تسلسل کو برقرار رکھنے اور نہ صرف ذہنی اور تہذیبی بلکہ (خاکم بدین) اغفاری ازنداد سے بچانے کے لئے مسلمان بچوں کی تعلیم کا انتظام اور ان کی طرف اسلامی ورثتہ کی منتقلی اور ان کو اس کا حامل و محافظ بنانے کی جدوجہد۔

(۲) دوسرے اس ملت کو ہندوستان جلیسے ملک میں (جو نہ اہب، تہذیبوں اور قومیتوں کا گھوارہ ہے) اپنے ملی شخص کے ساتھ اور ایک ایسی صاحبِ برائیت ملت کی حیثیت سے باقی رکھنے کی جدوجہد جس کا رشتہ آسمانی تعلیمات اور الہامی قانون کے ساتھ اُستوار ہے اور جس کے یہاں میں کامفروم عقائد و عادات کے دائرہ میں محدود نہیں اپوری زندگی پر حاصلی ہے اور جو اپنا مستقل عالمی (خاندانی) نظام و قانون رکھتی ہے جو اس کے دین کا جزء اور کتابتی سنت کے صریح احکام وہدیات پر مبنی ہے اور ایک سلمان کے لئے اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

اس احساس و شعور اور فکر و مطالعہ کا نتیجہ ہے کہ ہب ۱۹۵۹ء کی آخری اور ۱۹۶۰ء کی ابتدائی تاریخوں میں فاضنی محمد عبدالعباسی صاحب مرحوم کی دعوت پرستی میں حصہ بانی دینی تعلیمی کالفرس منعقد ہوئی اور اجلاس کی صدارت کا فرمان فاقہ میرے نام نکلائوں نے بلانکلت اس کو قبول کیا پھر جب اس کی مستقل صدارت کے لئے میرا انتخاب ہوا تو میں نے ادائے فرض کے اس احساس سے اس ذمہ داری کو قبول کیا، اور اٹھنی تک ایک سعادت و عبادت سمجھ کر اور کم سے کم ہندوستان میں اس کو ایک لہم خدمت پاوار کے اس ذمہ داری کو تباہ رپا ہوں۔

یہی حال مسلم پرسیل لاپورڈ کے نسلہ کا ہے ملک کی آزادی کے بعد

ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ایک وسراخطرہ نمودار ہوا، وہ حکومت کا یہ رجحان اور بھر مسلمانوں کے ایک تجدید لسیدا اور آزاد خیال گروہ کا یہ مطابیہ تھا کہ ہندوستان میں سارے فرقوں کا ایک شترک عاملی قانون (UNIFORM CIVIL CODE) ہو کہ اس کے بغیر قومی وحدت اور ایک زمگنی نہیں پیدا ہو سکتی، یخطرہ انڈیشہ سے بڑھ کر واقعہ کی شکل میں سامنے آنے لگا، خود حکومت کے بعض مختار ایکین معنی بخیز بیانات و قضا فوتا اس انڈیشہ کو تقویت پہنچانے تھے خود مسلمانوں میں ایک طبقہ ایسا پیدا ہو گیا تھا جو ایک ہم اور تحریک کی طرح اس کو چلارہتا تھا، میں مسلمانوں کے تہذیبی اور معاشرتی ارتزد اور شریعتِ اسلامی سے بغاوت اور اس کے برکات سے محرومی کا پیش کیا اور دو من لَهُمْ يَعْلَمُ مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (اور جو کوئی الشَّرِكَةِ نَازِلٍ كَعَ بُوئے (احکام) کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو یہی لوگ کافر ہیں) کی وعید کا مصدق بناتے والا قتنہ تھا۔

اس خطرہ کا احساس ہجن لوگوں کو ہوا، واقعہ یہ ہے کہ ان میں مولانا سید منت الشر صاحب رحمانی ایسی شریعت بہار والٹسیہ پیش پیش تھے، انھوں نے ہر وقت رہنمائی کی اور اس کے

خلاف ایک مشتمل مہم اور تحریک چلاتے اور ایک ادارہ قائم کرنے کا
قیصلہ کیا، طے ہوا کہ ۲۸ دسمبر ۱۹۶۲ء کو مبینی مسلم پرنسپل لا
کنوشن بلا یا جائے میں اور فتن مخترم مولانا محمد منظور رحمانی اس
سال رابطہ عالم اسلامی کے اجلاس میں بشرکت کئے تھے (جو ماہ
ذی قدرہ میں ہوا کرتا تھا) حجہ از مقدس گئے ہوئے تھے اور قدرۃ
حج سے فراغت کے بعد واپسی کا پروگرام تھا، لیکن مسلم کی اہمیت
کے پیش نظر ہم لوگوں نے اسیے وقت بندوشتان آئے کا فیصلہ کیا
جب حج میں ہرف پندرہ پیش دن باقی تھے، اور مبینی کنوشن میں
بشرکت کی، یہاں اس ادارہ کے قیام کی تایخ اور تفصیلات کا
بیان کرنا مقصود نہیں، صرف دوستانوں کی طرف اشارہ کرنا
ضروری ہے۔

ایک یہ کہ ملت اسلامیہ ہندویہ کی ایسی کامل تائیدگی اس سے
پہلے کم دیکھنے میں آئی تھی جیسی اس کنوشن کے موقع پر نظر آئی،
دوسرے یہ کہ اس اجلاس کے نتیجہ میں ایک آل انڈیا مسلم پرنسپل لا
یورڈ کی تشکیل عمل میں آئی جس کے صدر بالاتفاق حضرت مولانا
فاریٰ محمد طیب صاحب مرحوم اور جنرل سکریٹری مولانا سید
منٹ الشر صاحب رحمانی قرار پائے۔

فاری صاحب مرحوم (جن کو اللہ تعالیٰ نے ایک دلاؤیز اور ہمہ گیر شخصیت عطا فرمائی تھی) کی صدارت کی موزوںیت پر تقریباً سب کا اتفاق تھا، رانچی کے سالانہ اجلاس ۱۹۴۶ء کے موقع پر صدارت میں تمدیلی کا مسئلہ زور شور سے اٹھا، بعض حلقوں کی طرف سے میرانام میثی کیا گیا لیکن میرے یہ کہنے پر خاموش ہو گئے کہ ”طوفان میں کشتنی لاہیں بدی جاتی“ میرے نئے اس کا ایک یڑا محک یہ بات بھی تھی کہ مولانا فاری محمد طیب صاحب جدیسا باوقار اور ہر دلعزیز صدر ملنا مشکل ہے اور آل انڈیا مسلم پرنسپل لایبرل ڈیمکسٹریک ادارہ کی صدارت کے لئے وہی نزوں میں لیکن ۱۹۸۳ء کو حضرت مولانا فاری محمد طیب صاحب نے اس دارفانی سے رحلت کی اور ان کی جگہ خالی ہو گئی، اس سال ۱۹۸۴ء دسمبر میں مدراس میں آل انڈیا مسلم پرنسپل لایبرل کے سالانہ اجلاس کا ہوناٹے پایا، میں اپنے بعض پریوئی یوگردوں اور خراپی صحبت کی بتا پر اس سے پہلے کے عاملہ کے بعض اجلاسوں میں پرنسپل نہیں کر سکا تھا، اس اجلاس میں پرنسپل کا عزم نصیم تھا، اور سفر کے سب انتظامات کر لئے گئے تھے کہ عین موقع پر مجھ پر نقرس (OUT) کی بیماری (جس کا یہ پرانا مرض ہوں) کا شرید

حملہ ہوا اور میں اپنے وطن رائے بریلی میں الیسی شدید تکلیفیت میں بتبلا ہوا کم
چار پانی سے اترنا مشکل تھا، جبکو اس فر کے التواعہ کا فیصلہ کرنا پڑتا،
اچلاش کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ میرا نام صدر کی جگہ کے لئے پیش کیا گیا
جو لوگ میری طبیعت سے واقف ہیں، انہوں نے یہ کہا کہ وہ صرف
اس صورت میں منظور کر سکتے ہیں کہ متفقہ طور پر ان کا انتخاب عمل میں
آئے، مجھے معلوم ہوا کہ بغیر کسی اختلاف کے میرا نام منظور ہوا، جب
مجھے اس کی اطلاع ہوئی تو "سنگ آمد و سخت آمد" کا مضمون تھا
فیصلہ میری افتاد طبع، صحت جسمانی، عمر اور دوسرا ذمہ دار لوڑا ور
مشغول ہیتوں سے میں نہیں رکھتا تھا، اگر کیسی بھی سیاسی، یا قومی
اور باعث افتخار و اعزاز منصب کے قبول کرنے کا معاملہ ہوتا
تو میں بغیر کسی ادنیٰ تردود کے انکار کر دیتا، لیکن ایک تو مسئلہ کی نوعیت
واہمیت کی وجہ سے جس کو میں اپنے عقیدہ کا جزء اور مسلمانوں کی
لبی زندگی کے لئے شرگ کا درجہ دیتا ہوں، دوسرے مولانا سید
منت الشر صاحب رحمانی کے احترام کی بنا پر جن کا بانی ندوۃ العلماء
حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ کے فرزند ہونے کی وجہ سے ہمیشہ حاظ کرتا
رہا ہوں، چاروناچار قبول کرنا پڑتا، دوستوں کی اس بات کو بھی اس میں
وخل تھا کہ اس وقت بورڈ کو اختلاف و انتشار سے بچانے کے لئے

بھی ایسا کرنا ضروری ہے، چنانچہ فارسی کے اس پر لئے شعر پر عمل
کرنا ہی پڑا ہے

رشتہ در گرد نم افگندر دوست

می بر دہر جا کہ خاطر خواہ اوست

مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے صدارت قبول کرنے کے کچھ عرصہ بعد
ہی تصرف بورڈ کی تائیخ میں بلکہ ملت اسلامیہ ہندیہ کی تائیخ میں
ایسے سنگین مرحلے پیش آئیں گے جو شابداس سے پہلے پیش نہیں آئے
اور جن میں قیادت کے غیر معمولی حزم و عزم، ملت کے نظم و ضبط، علماء
و دین و ملہرین فاؤنڈ کے علم و مطالعہ، ذہانت و تدبیر اور عوام کے
القیاد و اطاعت، صبر و تحمل، قائدین پر اعتماد اور تقویں و تسلیم کی
غیر معمولی صلاحیت کے ثبوت دینے اور ملی شور کا منظاہرہ کرنے کی
ضرورت پیش آئے گی، ہر اشارہ خاص طور پر لفظ عاملہ کے باعث
میں پیغم کو رٹکے اس ہنگامہ ختنی کی طرف ہے، جو ۲۳ اپریل
۹۸ء میں دیا گیا، اور جس نے ملت کو اپنے دین و شریعت سے والبشقی،
اسلام سے وفاداری اور غیرت و خودداری کے ایک فنیکہ بن مرحلے پر
لاکھڑا کر دیا، تدبیر الہی کی کار فرمائی تھی (جس کی حکمتوں کو کوئی
نہیں جانتا) کہ یہ نازک اور فنیکہ بن مرحلہ (جو اگر کامیابی کے ساتھ

گزاریا گیا اور ملت نے اس میں فتح حاصل کر لی تو عرصہ دراز تک کے لئے انشاء الشر مسلمانوں کا عالمی قانون عدم القوں کا تختہ عشق بننے سے بچ جائیگا) مجہذ نا توان کے دور صدارت میں پیش آیا، یوسف خات جسمانی بحد و چہد، قوت برداشت اور فرصت و فراغت کا طالب ہے اشاپیر یہ بات غیرت الہی اور حستِ الہی دلوں کو حرکت میں لانے کا باعث بن جائے ہے جن کے بغیر اعلیٰ سے اعلیٰ صلاحیت رکھنے والے قائدین بورا ولوجرم مصلحین تھیں کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے ”وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ أَنْدُلِلِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ“ (نصرت تو برس زبردست اور حکمت والی الشریکی کی طرف سے ہے)۔

تسوّال: کیا آپ سلم پرست لاکے تحفظ کے لئے بورڈ کی اب تک کی کارگزاری پر روشی ڈالنا پسند کریں گے؟

جواب: آپ کو معلوم ہے کہ مسلم پرست لا بورڈ کا اجلاس اس سال اپریل ۱۹۸۵ء میں کلکتہ میں ہوا تھا، بورڈ کے اس مجلس میں اس کی سابقہ روایات کے نطاق مسلمانوں کے مختلف حلقوں کی تائید کی تھی، اور تقریباً تمام مسلم جماعتوں اور علمیں اور مکانیں فکر اور نظریہ فرقے شامل تھے، میرا خطیبه زبانی تھا جو ارد اور انگریزی میں چھپ گیا ہے، اور یہ میں مسئلہ کی اہمیت اور نوعیت پر اصولی اور علیٰ

اور حقیقت پسندانہ انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے، آخری اجلاس شہری ملتار پچوک میں ہوا، جس میں مخاطط اندازہ کے مطابق ۵ لاکھ انسان تھے، میر نے ضرورت سمجھی کہ اس میں خاص طور سے مسلمانوں کو مخاطب کیا جائے اور خود ان کا دینی اور عربی اختساب کیا جائے کہ وہ خود قانون خلاف نہیں پہنچنا اعلیٰ کرتے ہیں، انہوں نے اس کے باعث میں چور ویہ اختیار کر رکھا ہے، اس کا غلبی اور اخلاقی اثر کیا پڑ رہا ہے، بخطیر بھی چھپ گیا ہے۔

اس کے بعد دہلی میں حاملہ کے دو اجلاس ہموجعے پہلا اجلاس ۱۲ مریعی اور دوسرا اجلاس ۱۳ مریعی کو دہلی میں ہوا، جس میں راججوی سے بورڈ کے ایک نائیں رہ و فر کا ملتا طے ہوا۔

۱۴ جولائی ۱۹۸۷ء کو وقاریہ وزیراعظم کو مادداشت پیش کی اور اس کے بعد ایک مفصل نوٹ جو بہت غور و فکر اور مشورہ اور تصادم عقیال کے بعد مرتباً ہوا تھا، پیش کیا گیا، جس میں ان کے لئے مغلہ کو تصحیح کر کے لئے پورا مواد اور ضروری معلومات فراہم کی گئی تھیں، اور یہ کہ اس کے لئے مسلمانوں کو مطلع کرنے

کے لئے کون سا دستوری اور علمی آسان راستہ ہو سکتا ہے۔
 اس سلسلہ میں اتنا اور کہتا چلوں کہیں نے بحثیت صدر کے
 گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ راجیوجی امیری عرب ۲۷ مئی
 سال کی ہو رہی ہے میں نے آپ کے ناتامولی لال جی کو بھی دیکھا
 ہے اور ان کی تقریباً میں آباد پارک تکھنے میں سفری ہے اور جو اہر لال
 اور اندر راجی کو تو بہت قریب سے دیکھا ہے، اور ان کا اچھا زمانہ
 پایا ہے تاکہ تو میں رہنے اور خاص طرز کے خاندانی اور علمی ماحول
 کی وجہ سے تحریک خلافت اور تحریک آزادی سے لے کر ایسی کوئی
 تحریکیں تھیں جس کا میں نے قریبی مطالعہ نہ کیا ہو، اور اس کے
 اثرات نہ دیکھے ہوں، میں لبھی اس طویل واقفیت کی روشنی میں
 یہ کہہ سکتا ہوں کہ کسی مسئلہ پر کم سے کم مسلمانوں کے ہمکنٹ خال
 یا سی جماعتوں، پارٹیوں اور شیعیوں اور افراد کا ایسا مکمل اتحاد
 و تفاق دیکھنے میں نہیں آیا، جیسا کہ مسلم ریشن لا کے تحفظ عمرِ عربیت
 کے ساتھ اور سیر کم کو ریٹ کے حال فیضیل کے خلاف خصوصیت کے
 ساتھ دیکھنے میں آدھا ہے، راجیوجی نے یہ باتیں خود سے نہیں اور
 ان پر کوئی بوجو نہیں کی، پھر دوسرے معز زار کان و فدر نے
 (جس میں جانب غلام محمود بنات والا، بیوی شہاب الدین اور

الحج ابراهیم سلیمان سلطنت زیادہ نمایا تھے) مسئلہ پر روشی ڈالی اور پصرعہ طریقہ پر اس کی وکالت کی۔

آل اندریا مسلم پرنسپل لاپورٹ نے حب رضان المبارک میں جماعت الوداع کو یوم تحفظ شریعت منانے کا فصلہ کیا تو لوگے ملک میں بڑے وقار و احترام اور کسی نعرہ بازی اور ہنگامے کے بغیر یہ دن منایا گیا، مساجد میں نظریں کی گئیں، اور وزیر عظم اور وزیر قانون کو احتیاجی طلبی گرام اس کثرت سے روانہ کر گئے کہ اس سے پہلے شاید ایسا ہوا ہو، اسی طرح حب تحفظ شریعت کا ہفتہ منانے کا فیصلہ کیا گیا تو مسلمانوں کے مختلف مسلک رکھنے والی چائنوں اور رکاتیں قتل نے تحفظ شریعت کا ہفتہ منانے کی کسی حماقتی عصیت کا مظاہرہ نہیں کیا، انہوں نے اس موقع پر فیصلہ ہم آہنگی، اتحاد و جذریہ تعاون اور علمی تحریک و محیت کا ایسا انشوت دیا ہے اور یہ سبیل ہے جس کی تمنا عرصہ سے تھی، اور اگر یہ کہوں تو بے چابات نہ ہوگی کہ سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ نے مسلمانوں کے اندر اتحاد و تحریک پیدا کرنے کا ایسا کام کیا جو شاید بڑی جذبہ کے بعد بھی اس طرح انجام نہ پایا ہوتا، تحفظ شریعت کا ہفتہ بھار و اڑلیسہ اور یوپی میں منایا جا چکا، دوسری ریاستوں میں

باقی ہے اہر جگہ جلسے غیر معمولی طور پر کامیاب رہے، اور سالہا سال کے بعد مسلمانوں میں وہ جوش و خروش جلسوں میں حاضرین کی تعداد اور کام کرنے والوں میں ہم آہنگی دیکھتے ہیں آئی جس کا مشاہدہ برسوں سے ہمیں ہوا، کاپنور کے جلسہ میں لوگوں کا اندازہ چکاراں ہزار سے ایک لاکھ تک کے درمیان تھا، مراد آباد میں بھی ہزاروں کی تعداد تھی۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسئلہ اپنے مخصوص موضوع و مقصود (تحفظ شریعت) اور شریک عالمی قانون کی مخالفت کے علاوہ مسلمانوں یعنی عام بدلاری کا سبب ہن جائے گا اور ان کو اندازہ ہو جائے گا کہ وہ کسی مسئلہ پر تلقن ہو کر اپنی زندگی کا ثبوت دے کر کتنے بڑے بڑے کام انجام دے سکتے ہیں اور کتنے بڑے خطرات سے اپنے کو بچا سکتے ہیں۔

سوال مسئلہ کے اس روشن پہلو اور افادیت کے ساتھ چوہرہ مسلمان بلکہ ہر محبت وطن کے لئے تسلی بخش ہے، آپ کو اس سلسلہ میں سے بڑا خطرہ کیا محسوس ہوتا ہے، آپ نہ صرف ہندوستان کی بلکہ امت اسلامیہ کی علمی، فکری، اصلاحی اور تجدیدی تاریخ لکھی ہے، اور آپ نے عالم اسلام کا اس امدادیوں کے بعد کشمیر میخاب، آزاد همار پر دشیں ٹھامنے اور کرناکل میں بھی وفد کا درود ہوا اور عظیم اجتماعات اور حلے متعقد ہوئے۔

رباط و مرکش سے لے کر سری لنکا و بنگلہ دیش تک کا سفر کیا ہے اور ان ملکوں کو ان کی مکروہیوں سے آگاہ اور خطرات سے ہوشیار کیا ہے ہم آپ سے یہ سنا چاہتے ہیں کہ اس سفر میں (جوہنہ و تسان کے مسلمانوں کی تاریخ نہیں تسلیم کی جیشیت رکھتا ہے) سب سے زیادہ دشوارگزارگھائی کوں سی ہے جس سے آپ اپنے کا زیادہ خطرہ محسوس کرتے ہوں۔

حکماں : - آپ نے یہ سوال کر کے میرے دل و دماغ کے دلچسپی کہنے تازہ کر دیئے اور ناشفتوں کو "گفتگی" بنادیا، مجھے یہ ناخوشگوار فرض انجام دینا ہی پڑے گا، یقول اقبال سے چین میں لمحہ ذہنی صبری گوارہ کر کہ زہری کبھی کہتا ہے کا تریا قی

مجھے سے بڑا خطرہ (جواب خطرہ نہیں رہا بلکہ شاہدہ بتا جا رہا ہے) مسلمانوں کی ان دو مکروہیوں پایہواریوں سے ہے، جو دل پر تھرکھر کر کہتا ہوں کہ ہندوستان کی صدر تک بلی مزراج بتا جا رہا ہے، ایک عجلت ویٹے صبری، وہ یہ کہ مشکلہ کتنا ہی طویل المیعاد، صبر آزمایا اور سمجھ دیا ہوا یہاں کے مسلمان ہمیں پرسوں آگانے کے قائل ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ یونہم صحیح شروع

ہوئی ہے، وہ سورج غروب ہوتے سے پہلے کامیاب ہونی چاہئے اور پہلی ہنڈڑھے ہر طبق جاتی چاہئے، مسائل کو کامیابی سے حل کرنے میں ایک بڑا فینکٹر (FACTOR) صبر و تحمل، قوت برداشت اور یاندھو صلگی ہے، مسلمانوں ہی کی تاریخ نہیں، تمام زندرو فاتح قوموں کی تاریخ (خدو دیست نبوی حسیں سے بڑھ کر ہمارے لئے کوئی اسوہ و نمونہ نہیں) تلحظ و شیریں، سرد و گرم، نشیب و فراز کے مناظر کا مجموعہ اور ایک طویل، صرازما، ذہرہ گداز جد و یہود کی رواد میں، تحریکات اور رہمات کی تاریخ بھی یہیں یہیں دیتی ہے، ایک ہندرہ تسلی مسلمانوں کا زراج اس کے پر خلافت مفرکہ کوچکیوں میں فتح کر لینے کا قابل ہے۔

ایکی تحریر کے دوسرے ہفتہ میں مبدیعی میں تھا، وہاں عہار اشتر سلم پرستل لایورڈ کی ایکشن میڈی کا جائسہ تھا، مجھے بھی اس میں شرکت کا موقع ملا، سمجھ رہا اور تحریری انداز میں گفتگو کا سلسلہ چاری تھا، اور ہفتہ تھفظ اشتریت منانے کے لئے ضروری اقدامات پر گور کیا چاہرہ تھا کہ اچانک ایک نوجوان کھڑے ٹوئے اور انہوں نے ایک مضمون پڑھنا شروع کیا کہ زندہ قوموں ور ملکوں کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی جماعت کسی مسئلہ کے حل کرنے میں

ناکام ہو جاتی ہے تو پھر بہت جاتی ہے اور دوسروں کے لئے عجگہ
خایی کر دیتی ہے، اتنی طویل مدت ہو گئی اور سلم پرشل لا بورڈ مسکلہ
کو حل نہیں کر سکا، اس لئے اس کو اب اپنی ناکامی کا اقرار کر لینا
چاہئے، اور دوسروں کو کام کا موقع دینا چاہئے، یہ سن کر اپنی
افتادہ زانج کے بخلاف میرے اندر سخت تاثر پیدا ہوا، اور میں نے
کہا کہ یہ ایک ملخصہ ذہنیت کی علمامت ہے، آپ تھے برادر ان
وطن کے کردار کا بھی مطالعہ کیا ہے؟ انہوں نے تحریک آزادی
کے سلسلہ میں، نیز اپنے تعمیری منصوبوں کی تکمیل میں کتنے صبر و عمل
سے کام لیا، اور اپنے رہنماؤں کو کام کرنے کا لکھا طویل موقع دیا،
گاہڑھی جی ہوں یا مالوی جی یا دوسرے ہندو سیاسی نیڈر اور
قوجی معمار، انہوں نے کلتے سکون و اطمینان قلب کے ساتھ
کام کیا، دوسری دن بعد قوم نے ان کا دامن بھکٹکننا اور گیریان
پکڑنا نہیں شروع کیا، مسلمانوں کو تو صبر و تحمل کا زیادہ عادی ہوتا
چاہئے کہ ان کا صحیفہ اور ان کے بنی کاسوہ اور خدا کی قدرت
کامل پریقین ان کو زیادہ وسیع القلب اور وسیع النظر بنا دیتا ہے
مگر انسوں ہے کہ معاملہ الٹا ہے۔

مسلمانوں کی دوسری مکروہی جواب ایک نیشنل کیک کارگ

اختیار کر گئی ہے، وہ ان کی اپنے قائمین کے بارے میں لے اختیادی پدر گمانی، شدید احتساب بے ضرورت تنقید اور کردار کشی ہے پھر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ برادران وطن کا اپنے بیاسی تعلیمی تعمیری رہنماؤں اور سماجی کام کرنے والوں کے بارے میں روایہ بالکل مختلف ہے، اپنے رہنماؤں سے بلند اخلاقی معیار، ہرثیک ونشہ سے بالآخر دیانت کی توقع، اسلامی تعلیمات اور اسلامی تصورات کے خلاف مطابق ہے، لیکن اس میں اس حد تک فراط و غلو کہ ہر کام پدر گمانی سے نشوونگ کیا جائے اور یہ قائد و خادم ملت کو لے اختیادی اور بے تو قیری کی نظر سے دیکھا جائے اور اس پر ٹرے سے بڑا الزام لگانے میں پس و پیش نہ کیا جائے، اس کے بارے میں بعد از قیاس سے بعد از قیاس بات کو فروایا اور کر لیا جائے، افواہ پھیلانے اور ان کو ان لینتے میں ذرا بھی اختیارات فرمانی سے کام نہ لیا جائے، ایک ایسی ہمیلک بیماری ہے جو لوپے پیش رازہ ملت کو دریم برحم کرنے کے لئے کافی ہے، اور ٹرے سے ٹرے پیش رد، کوہ وقار اور پاک باز و پارسانہ حادم دین اور ٹرے سے ٹرے طوفانوں میں گشتی ملت کے سرخیزے ملاج کا دل توڑ دینے اور اس کی ہمت اپست کر دینے کے لئے کافی ہے، وہ دشمنوں کی اذیتوں، قید و بند کی سزاوں،

پھوں اور افرادِ خاندان کے فاقہ کو برداشت کر سکتا ہے، اور اس کی پیشانی پر ٹکلن نہیں آ سکتی ہے، لیکن اتهام اور الزام، کردار کشی اور ملت کا غدار بنائے جانے سے اس کا دل چور چور ہو جاتا ہے اس کے ہاتھ پر ٹھنڈے پڑھاتے ہیں کہیں تے پسح کہا ہے کہ ایک ٹھیکانہ کو حضر عمر حنفی کے نوکنے، ایک اعرابی کو سوال پوچھ لینے کی روایات کو ہمایے قومی جلسوں اور محال و معطیوں ایسے بیان کرو، اور بے اختدالی سے بیان کیا گیا ہے کہ ہر شخص نے اس کی تقليد و شروع کر دی ہے، اچھا ہے امیر المؤمنین فاروق عظم کے مقام کا آدمی نہ ہو، لیکن پوری قوم ٹھیکانہ اور اعرابی کا کردار ادا کرنا چاہتی ہے، اکثریتی فرقے کا پیغمبر نہ نہادوں اور کارکنوں کے بالے میں رویہ واضح طور پر اس کے بر عکس ہے، اپنی دوسری گزوریوں کے یا وجود وہ نمایاں طور پر اس سلسلہ میں محتاط، تراخ دل اور وسیع النظر واقع ہو گئے ہیں۔

مسئلہ: مسلمانوں میں سے بعض "معروف" اشخاص نے "تجاهل عارفانہ" سے کام لیا ہے، اور سبھم کورٹ کے افسوسیلہ کے اس جزء کی حمایت کی ہے کہ مظلوم کو سابق شوہر کی طرف سے جبت تک وہ دوسری شادی نہ کر لے، جیسی حیات گذار ادا یا جائے تو اس میں کیا حرج ہے، اور اس کا اگر حق شرعاً میں نہیں ہے،

تب بھی اس کو مان دیا جائے تو اس میں کیا مضافات ہے کہ نالوں شرعاً بت کوئی بچھوٹی موئی نہیں ہے کہ ایسی چیزوں سے ٹوٹ جائے اور اگر اس میں تھوڑی سی ترمیم کھی ہو جاتی ہے تو بھی کوئی طبق عدالت نہیں، ای، یہ ائمہ کے اجتہادات ہیں جو وہ ہر زمانہ میں کرتے آئے ہیں اور امام کوئی نہیں بنانا چاہئے، نیز انہوں نے قرآن مجید میں "تراء" کے لفظ کی تشریح میں اور مطلقہ غیر باعث کو مذکور کے بعد بھی گزارا ہے کہ قرآنی سیاق و ساق سے الٰہ کر کے پیش کیا ہے، ان کے باعث میں ہمارے علمائے دین اور خاص طور پر آل اندیشی مسلم پرنسپل لا یورڈ کے مقتدر اداروں میں ہر دن اس کے عظیم ترین نہیں اور تعلیمی اداروں کے سربراہ وزیر و داشی فتحی کی زبان گیوں نہیں اشغال کرتے اور ان پر فقہی حکم کا اسلام معاشرہ سے خارج کیوں نہیں کرتے تاکہ دوسرے اس سے ہمیلت حاصل کریں اور ایسی بحوث سے کام نہ لیں ۳

جواب:- آپ نے ایک معقول بات پوچھی ہے لا یورڈ کے دوسرے اہل علم ارکان اپنی رائے کے اظہار میں آزاد ہیں لیکن میرا ذاتی رجحان اور شورہ ہے کہ ہمارے علماء اور ہمارے نہیں اداروں کو اس عہدا اور ملک میں مسیحی یورپ کے قرون سلطی

(جن کو قرون مظلومہ) (DARK AGES) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) کی طرح اعتقادات کی تحقیق کی عدالتون (COURTS OF ENQUISITION) جن کو عربی کتابوں میں "حاکم التحقیق" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) کا کردار ادا کرنے والے انسانیوں ہو اپنے نزدیک براعت قاد عیسائیوں کو داعرہ اعتقاد سے خارج کیا کرتی تھیں، اور ان کو لرزہ خیر مسٹرائیٹس دینتی تھیں، جس کی وجہ سے بورپ میں ایک طبقہ کلیسا سے سزاوار اور عیسائیت سے منفر ہو گیا۔ میرے خیال میں اس کے مقابلہ میں ہمیں مسلم معاشرہ میں وہ دینتی شعور پیدا کرنے لایا ہے جو خود ان تشدد لشکروں یا برخود غلط فقیہوں اور مفکروں کا محسوسہ کرے اور ان کو محسوس کرائے کہ انہوں نے اپنے کو مسلم معاشرہ سے خود کاٹ لیا ہے اور فتنہ کا ایک بہت ژرادر وازہ کھول دیا ہے معاشرہ کا یہ طرز عمل ان لوگوں کی آنکھیں کھولنے اور (اگر ان میں ذرا بھی ملی غیرت ہے تو) اپنی روش اور طرز عمل کی غلطی محسوس کرائیں کے لئے کافی ہے، وہ یہ فضیلہ کر سکیں گے کہ اس معاشرہ میں ایک فرد معاشرہ کی طرح رہنا اچھا ہو گا، جس کے ساتھ مزنا اور بھیتا ہے، اور جو دکھ سکھ میں کام آتا ہے، یا اس عارضی عزت

تعریف و تعارف کا بخیال کرنا جو دھلنتی بچھاؤں اور یہ وفا ساختنی ہے۔

سوال: براکیک آخری سوال کی اور اجازت چاہتا ہوں جو اپنی اہمیت و افادیت میں بچھلے سوال سے کم نہیں، اور میرے بخیال میں بہت سے حساس اور حقیقت پسند مسلمانوں اور دانشورو طبقہ کے ذہن میں یہ سوال گشت کرتا ہے۔

جواب: - وہ سوال بھی ضرور کر لیجئے تاکہ مسئلہ کا کوئی پہلو تنشیہ نہ رہے۔

سوال: - آپ کے نزدیک اس مسئلہ اور اسلام دینی و فلسفیہ کے سلسلیہ میں اب کرنے کے کیا کام ہیں، اور آئندہ کا نظام عمل کیا ہو گا؟

جواب: - آپ نے بہت ضروری اور برعکس سوال کیا، اس انترویو میں بہت کمی رہ جاتی اگر یہ گوئشہ سامنے نہ آئتا، میرے نزدیک اُلیٰ اور اہم کام خود مسلمانوں میں پیش رعی، عالمی قانون پر عمل کرنے کی دعوت و تبلیغ ہے، جس کے اہم اور مرکزی اجزاء حقوق الزوجین، اسلامی تعلیمات اور اسوہ نبی کے مطابق ازدواجی زندگی گزارنا، شفقت و محبت اور قرآنی الفاظ میں "وَجَعَلَ بِيَدِكُمْ مَوَدَّةً وَدُحَمَّةً" کے اصول پر ایسی ازدواجی و عالمی

زندگی گذارنا جس میں محبت و مودت اور رحمت کا عنصر غالب ہو، صلہ رحمی، ترکہ کی شرعی تقسیم، طلاق کے حق کا نہ صرف شرعی بلکہ منون طریقہ پر استعمال ہو، اور "وَاتَّقُوا الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَدْخَامُ" (اور الشر سے تقویٰ اختیار کرو جس کے واسطے سے ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور قرباتوں کے باب میں بھی تقویٰ اختیار کرو) کی اس ہدایت قرآنی پر عمل ہوتا ہم انسانی، اسلامی و اخلاقی پہلوؤں اور گوشوں پر حاوی ہے، اس کے لئے ایک طوفانی ہم پھلانے کی ضرورت ہے جس کے اثر سے شہر تو شہر کوئی قصبه اور گاؤں اور سلماں کو ای مخلد اور خاندان یعنی بے خبر اور بے اثر نہ رہے، اس کے لئے مساجد کے منبر و محراب، مجاہس و عظ، اسلامی اجتماعات و تقریبات، اجتماعات و رسائل اور ایلدر غمامہ کے تمام ذرائع پوری سرگرمی سے استعمال ہونے چاہئیں، میرے نزدیک یہ بیشادی کام ہے اور ان میں ان مشکلات اور خرابیوں کا حل علاج ہے جیکوں نے اس وقت نازک مسئلہ کی صورت اختیار کرتی ہے، الشر تعالیٰ کا وعدہ ہے "إِنَّمَا تَّقْتُلُونَ أَذْكَرَ لَكُمْ مِّنْ فِرْعَانًا وَمِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مَا عَنْكُمْ سَيِّئَاتُكُمْ" (الأنفال) (اے ایمان والوا اگر تم الشر تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تھیں ایک فضیلہ کی چیز

دیدے گا، اور تم سے تھا لے گناہ دو کر دے گا) میں نے کلکتہ کے آخری اجلاس میں جس میں حاضرین کی تعداد کا اندازہ ۵ لاکھ کیا گیا ہے، صفائی سے اس معاملہ میں سلمانوں کا اختساب کیا تھا، اور ان سے کہا تھا کہ وہ خود اپنے گریبان میں مستہڈال کر جیں اور اپنے گھروں کا جائزہ لیں کہ وہ (اس شرعی قانون تعلیم (خوب دین کا ایک سبق اور اہم شعبہ ہے) پر کس قدر عمل کرتے ہیں؟ اپنے درست ہے کہ اس خطیب مقام کی اردو، ہندی اور علاقائی زبانوں میں زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔

۲ دوسری ضرورت یہ ہے کہ مسلمان تعلیم یافہ طبقہ اور ملک کے دانشور اور حقیقت پسندغیر مسلموں کو اسلام کے عالمی نظام کی برتری، اس کے منصفانہ، عقل سليم اور فطرت انسانی کے مطابق ہوتے کو (بوجو خدا عے حکیم و دانا، رُوف و حِیم او خالق کائنات اور مرثی نوع انسانی کا بنا یا ہو لے ہے) علمی انداز ناقابل تردید الاش اور مذاہب اور عائلی قوانین اور نظاموں کے تقابلي مطابعہ کے ساتھ انگریزی، اردو، ہندی اور علاقائی زبانوں میں پیش کیا جائے، یوں تو مجلس تحقیقات و نشریات اسلام "مدرسۃ العلماء" (لکھنؤ) مرکزی مسلم پرنل لاؤس (مونگر)

مکتبہ جماعت اسلامی ہند (دہلی) اور عین دوسرے تصییقی و تحقیقی اداروں کی طرف سے منعقد و قیس پیزیں شائع ہو چکی ہیں لیکن اس میں وسعت و ترقی اور اضافہ کی ضرورت ہے اس موضوع پر صاحب نظر، صاحب ایمان ماہرین قانون اور اہل قلم سے کتابیں لکھوائی جائیں، سمینار، سمپوزیم منعقد کئے جائیں، جن میں حاکم عربیہ کے چوڑی کے فضلاء، ماہرین فقرہ اسلامی اور دعوت دی جاسکتی ہے اور میں بھی رابطہ عالم اسلامی کی میں الاقوامی المجمع الفقہی (مسائل و تحقیقات کی اکیڈمی) کا بنیادی رکن ہوئے کی بناء پر اس کی ذمہ داری لے سکتا ہوں تھا وہ اس دعوت کو بیکاریں گے، اور شوق سے شرکت کریں گے، اس سلسلہ میں اس موضوع پر نیز دوسرے ملی مسائل پر ڈائیالاگ (DIALOGUE) کا انتظام کرنا بھی نیید ہو گا، اور عین اہل علم اس پر سمجھدی سے غریبی کر رہے ہیں۔

نسل تیسری اور ایک بنیادی ضرورت اس بات کی ہے کہ اگرچہ یائسرہ کو عدالت کے بعد سابق شوہر سے قانونی طور پر منتقل گزارا دینا جس کو (MAINTENANCE) کے لفظ سے تعییر کیا جاتا ہے، اثر گا، عقلانگی طرح درست نہیں، اثر گا تو

اس لئے نہیں کہ قرآنی نصوص و احکام اور۔ امت کے
تعامل کے مطابق اس کی گنجائش نہیں، انتظاماً اس لئے کہ پھر
اس کے بعد سلم معاشرہ میں بھی سفا کی اور بے دردی کے وہ واقعات
رو نہیں گے جو ملک کے ایک وسیع معاشرہ میں پیش آ رہے ہیں اور
نئی بیانی ہوئی عورتیں مطلوبہ بہبیز نہ لاتے پر جلا فی حارہی ہیں اور
ان سے کسی طرح بچھا پھر ایجاد رہا ہے، میں نے وزیر اعظم ختم
سے اپنی ایک بھی کفتوں میں صفائی سے کہا تھا کہ راججوی اگر یہ
قانون بن گیا تو یہ لکھ رکھئے کہ بجاۓ طلاق کے ذریعہ بچھا بھڑانے
کے لیے ناپسندیدہ رفیقہ حیات کو زبردے کریا جلا کر ختم کیا
جائے گا، چیسا کہ آج ہمارے ملک میں یہ پیمانے پر ہو رہا ہے۔
نفع مطلقہ کی اسنیقل قانونی شکل (گذارے کو جھوڑ کر)
شریعت کے بتائے ہوئے ان میعادل انتظامات کو زندہ اور
قامع کرنا پڑے کا جن کی شریعت نے تزعیب دیا ہے، اور جو
شریعت اسلامی کے پرکات میں سے ہیں، اتنا لاعورت کو والدین
اور دوسرا موزین کے ترک سے شرعی حصہ دلانا، جو بعض شکلؤں میں دایجیا اور بہت
خاندانوں اور معاشروں میں عرصہ سے متروک ہے، مطلقہ
کے قریبی رشتہ داروں (ذوی الارحام) اولاد، بھائیوں

اور اگر والدین زندہ ہوں تو ان کو اس کے ساتھ اعانت و دوستی
 (بھروسہ و غنواری) اور حملہ رجی کی ترغیب دینا، اس کی
 کفالت کامن اسی بنروز بست کروانا، اگر نکاح ثانی کی
 عمر اور حالات میں تو اس کو ترجیب و تحریص، نیز اسلامی
 بیت المال کا قیام جس ائمہ نادار اور ضرورت مند افراد کو
 ضرور بیان رکھی اور قوت الایمومت فراہم کیا جائے۔

اس سے بڑھ کر پوسٹ مسلم ہوا شرہ میں بھروسہ ایلوک
 ایشار و فیاضی کا حصہ ہے پیغمبر کرنا، جو ہزار ساروں کا علاج
 ہے، اور ہزار مشکلات و مسائل کا حل، اور جو مسلم ہوا شرہ کو
 وضیع قوانین سے مستغصی کرتا ہے، اور صدر اوقل اور اسلام
 کی اپنے ای تاریخ میں اس کی تابتاک، شا میری ہیں اور اسکے
 زندہ ثبوت ملتا ہے، یہ ہیں کرنے کے وہ کام جن کو جلد سے جلد شروع
 ہو جانا چاہئے، اور جو اسلام کی روح، مزاج اور شریعت الہی اور
 تبلیغات انسانی سے پوری طالبافت رکھتے ہیں اور انھیں پیش ریت
 کا اصل تحفظ اور اس ملک و عجائب ملماں کے ایک صاحب شریعت
 صاحب کردار اور صاحب مقام شکم و باعثت اخودار اور
 بغور طاقت کی بیشی سے یا قرکھنے کی لذماشت ہے۔